اقبال کی بعض یادیں

محمد شفیع (م ۔ ش)

مارچ ۱۹۳۶ء سے جب قائد اعظم مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں پہلی مرتبہ لاہور تشریف لائے ، اواخر اپریل ۱۹۳۸ء تک جب حضرت علامہ اقبالؒ کا وصال ہوا ، مجھے پورے دو سال کم و بیش روزانہ ہی ''جاوید منزل'' میں حضرت علامہؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ۔ مرض الموت کے آخری ایام میں تو میں نے حضرت علامہ کے ارشاد کے مطابق ''جاوید منزل'' میں مستقل قیام اختیار کر لیا تھا ۔ ان دو سالوں میں میرے خود اختیار کردہ فرائض میں خط و کتابت میں حضرت علامہؒ کو مدد دینے کے علاوہ مٹھی چاپی میں علی بخش کا ہاتھ بٹانا بھی شامل تھا ۔ میرے ذہن کے کباڑ خانہ میں یادوں کا دفتر گڈ مڈ موجود ہے ، جنھیں کبھی فرصت کے اوقات ہیں ترتیب دینا میری زندگی کی آرزوؤں میں سر فہرست ہے ۔ ان میں سے چند یادوں کو ترتیب و تنظیم کے بغیر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں :

۱۹۳۷ء میں گرمیوں کے دن تھے ۔ حضرت علامہؒ بنیان اور تہمد میں ملبوس اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے حقہ سے شغل فرما رہے تھے ، علی بخش ان کے پاؤں دبا رہا تھا ۔ میں انہیں اخبارات سے خبریں سنا ہی چکا تھا کہ ڈاکٹر عبدالحمید ملک جو کہ آج کل 'کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج' لاہور میں معلم ہیں اور اُن دنوں انٹر کالجئیٹ مسلم برادر ہڈ کی روح و رواں تھے ، تشریف لائے ۔ علامہ اقبالؒ نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کی خیریت دریافت کی پھر گفتگو کا ورد چلا ۔ دفعۃً ڈاکٹر عبدالحمید ملک نے سلسلہ کلام کا رخ پھیرتے ہوئے نہایت بے تکلفی سے حضرت علامہؒ سے پوچھا ''ڈاکٹر صاحب ! آپ حکیم الامّت کیسے بنے ؟ حضرت علامہؒ نے بلا توقف فرمایا ''یہ تو کوئی مشکل نہیں ، آپ چاہیں تو آپ بھی حکیم الامّت بن سکتے ہیں ۔'' ڈاکٹر ملک نے استعجاب سے پوچھا ''وہ کیسے؟'' حضرت علامہ نے فرمایا ''میں نے گن کر ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا ورد کیا ہے ، آپ بھی اس نسخہ پر عمل کریں تو آپ بھی حکیم الامّت بن سکتے ہیں ۔'' میں سوچتا ہوں کہ حساب کیا جائے تو ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا مسلسل ورد کرنے کے لیے چار سال ، نو ماہ اور چھ دن درکار ہیں ۔ حضرت علامہؒ کو جب بھی فراغت ملتی تھی تو وہ آقائے دو جہان سرور کائنات

رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں درود و صلٰوۃ کے تحائف بھیجتے تھے :

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
لب پہ صلٰوۃ و درود ، دل میں صلٰوۃ و سلام

انٹر کالجئیٹ مسلم برادرہڈ کا قیام ۱۹۳۱ء میں عمل میں آیا ۔ یہ تنظیم لاہور کے کالجوں کے دین پسند طلبہ پر مشتمل تھی ۔ پروگرام یہ ہوتا کہ اتوار کے اتوار اراکین ڈاکٹر ملک کے مکان پر اکٹھے ہوتے ، جہاں اسلامی موضوعات پر مقالے پڑھے جاتے ، کالجوں کے طلبہ کو غیر اسلامی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے تدابیر پر غور کیا جاتا ۔ اس تنظیم نے ہزاروں کی تعداد میں انگریزی زبان میں اسلامی موضوعات پر پمفلٹ چھاپ کر مفت تقسیم کیے ۔ مفتی اعظم فلسطین نے جو پچھلے دنوں خوش قسمتی سے پاکستان میں ہمارے درمیان موجود تھے ، لاہور اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں پہلی مرتبہ انٹر کالجئیٹ مسلم برادرہڈ ہی کے زیر اہتمام ایک ولولہ انگیز خطاب میں مسلمانوں کو فلسطین کے مسئلہ کی نزاکت سے آگاہ کیا تھا ۔ یہ فخر بھی برادرہڈ کو حاصل ہے کہ اس نے حضرت علامہ اقبالؒ کی زندگی میں اوّلین یوم اقبال منانے کی تحریک کی ۔ یہ تقریب ۱۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو سارے ہندوستان میں نہایت جوش و خروش اور عقیدت و احترام سے منائی گئی ۔ اس موقع کے لیے برادرہڈ نے نہ صرف ہندوستان کے زعماء سے (قائد اعظم سمیت) بلکہ بیرون ملک علمی و ادبی حلقوں سے پیغامات حاصل کیے ، جن میں حضرت علامہؒ کو ان کی بیش بہا خدمات پر تحسین و تبریک کے پھول پیش کیے تھے ۔ کئی نامور افراد اور اداروں نے اس موقع پر حضرت علامہؒ کی خدمت میں تار ، خط اور نظمیں ارسال کیں ، جن میں ان کی درازی عمر کی دعائیں کی گئی تھیں ۔ اس وقت ایک اندازے کے مطابق ایک ہزار سے زائد مقامات پر یوم اقبالؒ کی تقریبات منعقد ہوئیں ۔ خود لاہور میں یوم اقبالؒ کی چار نشستیں منعقد ہوئیں جن میں مسلمان ، ہندو اور سکھ سبھی مقرروں نے حضرت علامہؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ۔ ان تقریبات کے خاتمہ پر جب برادرہڈ کے اراکین کا ایک وفد حضرت علامہؒ کی خدمت میں اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اظہار خوشنودی کے طور پر فرمایا ”آپ کی تحریک کی کامیابی کو دیکھ کر میں یہ کہ سکتا ہوں کہ میں نے جس زمین کو خون جگر سے سینچا ، وہ شور ثابت نہیں ہوئی ۔“ اس کے ساتھ ہی انھوں نے فرمایا ”مجھے پورے ہندوستان کے نقشہ سے اپنے ربط کا اب پتہ چلا ہے۔“ نیروبی (کینیا) سے ایک قرارداد جس میں حضرت علامہؒ کے علاوہ قائد اعظم اور اتاترک کی درازی عمر کی دعائیں کی گئی تھیں کا جواب دیتے ہوئے وہاں کے مسلمانوں کی انجمن کو یہ پیغام پہنچایا ”میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں ۔ میرے بجائے اب

آپ صرف قائد اعظم اور اتاترک کی درازی عمر کے لیے دعا کریں ۔''

جب مارچ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے خیال سے قائد اعظم لاہور رونق افروز ہوئے تو وہ حضرت علامہؒ سے بھی ملنے آئے ۔ یہ وہ دن تھے جب علامہ کی صحت غیر معمولی طور پر سقیم تھی ۔ طبّی اصطلاح کے مطابق وہ (Cardiac Asthma) کے مرض میں مبتلا تھے ۔ ان کی آواز بیٹھ گئی تھی ۔ چلنے پھرنے سے اگرچہ معذور نہیں تھے ، لیکن کیفیت یہ تھی کہ اپنے برادر نسبتی خواجہ عبدالغنی کی موت پر ان کے جنازے میں شرکت کے لیے میانی صاحب تک گئے اور شام کو جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر واپس ''جاوید منزل'' پہنچے ، تو ان کی حالت غیر تھی ۔ ان کی زندگی خواب گاہ سے ڈرائنگ روم تک اور ڈرائنگ روم سے صحن تک آمد و رفت کی شکل میں محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ فرماتے تھے کہ ''میں اپنی زندگی کا مشن پورا کر چکا ہوں ۔ اب مجھے زیادہ زندہ رہنے کی ہوس نہیں ۔''

جب قائد اعظم نے ان سے مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت علامہ نے فرمایا ''میں آپ کے مشن کی کامیابی کے لیے اپنی رگوں کا آخری قطرۂ خون نچوڑ دوں گا ۔'' جس وقت حضرت علامہ اور قائد اعظم کے مابین یہ تاریخی ملاقات ہوئی ، حضرت علامہ حسب معمول قمیض اور تہبند میں ملبوس تھے ۔ وہ اپنے بستر میں گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر لیٹے تھے ۔ قائد اعظم ان کے سامنے بید کی ایک کرسی پر فروکش تھے ۔ علامہ کی ارضی زندگی کا یہ آخری سال تھا ان دنوں ان کی ذہنی کیفیت دھوپ میں بیٹھے ہوئے یونان کے اس فلسفی سے مختلف نہ تھی ، جس نے سکندر اعظم کی اس عرضداشت پر کہ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں ؟ ایک شان استغناء سے جواب دیا تھا ''آپ میرے لیے دھوپ چھوڑ دیں ۔''

ایسی جسمانی اور ذہنی کیفیت کے باوجود حضرت علامہ نے قائد اعظم کی حمایت کا نہ صرف زبانی وعدہ فرمایا ، بلکہ صوبہ مسلم لیگ کی صدارت ، جو اس دور کے سیاسی سیاق و سباق میں کانٹوں کے تاج کا درجہ رکھتی تھی ، بہ طیب خاطر قبول کی اور جب تک خان بہادر ملک زمان مہدی خان سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر یونی نسٹوں سے مقابلہ کے لیے سیاست میں نہیں آ گئے ، اس منصب پر متمکن رہے ۔ ملک زمان مہدی خان کے صوبائی مسلم لیگ کا صدر منتخب ہونے کے بعد بھی حضرت علامہ نے قائداعظم کے ایک سپاہی کے بیج کی نشانی کے طور پر مسلم لیگ کی وائس پریذیڈنٹی قبول کیے رکھی ۔

جون ۱۹۳۶ء میں انٹر کالجئیٹ مسلم برادر ہڈ کے بعض ارا کین حضرت علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان کے سامنے سیاسی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت علامہ نے فرمایا ''ہندی مسلمانوں کی یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ ان کے اعلیٰ درجہ کے سیاسی دماغ یا تو حکومت کے کمپ میں ہیں یا وہ کانگرس سے منسلک ہو چکے ہیں ۔ ملت اسلامیہ قابل اعتماد قیادت کی رہنمائی سے محروم ہونے کے باعث آج چوراہے پر کھڑی ہے ۔ اس بظاہر مایوس کن ماحول میں اُمید کی ایک کرن مسٹر جناح کی شخصیت کی شکل میں نظر آتی ہے ۔ وہ ہندوستان میں واحد شخص ہیں ، جنھیں نہ تو ہندو خرید سکتا ہے اور نہ حکومت دبا سکتی ہے ۔ مسٹر جناح نے مرکزی اسمبلی میں (۷ فروری ۱۹۳۶ء) اپنے تدبر سے انگریزی حکومت اور کانگرسی اپوزیشن کے مابین مٹھی بھر مسلم ارا کین کو پاسنگ کی حیثیت دے کر ایک طرف کمیونل اوارڈ کو منظور کروا لیا ہے اور دوسری طرف گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت مجوزہ مرکزی فیڈریشن کا منصوبہ بھی مسترد کروا لیا ہے ۔ مسلمان نوجوان کا یہ فرض ہے کہ وہ ملی مفاد کے ایسے بے خوف اور با تدبیر نگہبان کی حمایت میں سرگرم عمل ہوں'' ۔ حضرت علامہ نے برادر ہڈ کے ارا کین کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ مسٹر جناح کی تائید میں ایک اخباری بیان جاری کریں ۔ حضرت علامہ نے فرمایا ''اس طرح یونی نسٹوں کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کی نئی نسل کس طرح سوچتی ہے ۔''

انٹر کالجئیٹ مسلم برادر ہڈ کے لیے ، جس نے اس سے پہلے اپنی تمام تر توجہ مسلمان طلبہ کی اخلاق اصلاح تک محدود کر رکھی تھی ، یہ ایک نیا میدان عمل تھا ۔ انھوں نے حضرت علامہ کے ارشاد کے مطابق مسلم لیگ کی حمایت میں بیان کا ایک مسودہ تیار کیا ، جسے ان کی منظوری حاصل کرنے کے بعد اخبارات میں شائع کر دیا گیا ۔ اس بیان کی اشاعت پر حضرت علامہ بہت مطمئن اور مسرور تھے برسبیل تذکرہ یہاں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ حضرت علامہ کے ارشاد کے ماتحت انٹر کالجئیٹ مُسلم برادرہڈ کے جن چند اراکین نے ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کا جھنڈا اُٹھایا ، وہ مسلسل گیارہ سال تک عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر قیام پاکستان تک اس جھنڈے کو تھامے رہے ۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت علامہ کے مشورہ سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا جس نے قائد اعظم کا دست راست بن کر پنجاب میں یونی نسٹوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں مدد دی ۔ فیڈریشن کے پہلے صدر حمید نظامی مرحوم اور دوسرے عہدہ‌دار جب حضرت علامہ سے نو تشکیل شدہ جماعت کے لیے پیغام حاصل کرنے کے لیے ملے ، تو انھوں نے اپنے پیغام میں دوسرے امور کے علاوہ یہ بھی فرمایا

''طاقت حاصل کرنا بُری بات نہیں ، لیکن طاقت کا غلط استعمال کرنا شیطان کا کام ہوتا ہے ۔''

حضرت علامہ فطرتاً یک سو اور یک دل انسان تھے ۔ منافقت اور مداہنت انہیں چھوتک نہ گئی تھیں ۔ ان کی بے باکی کا یہ عالم تھا کہ جب مسجد شہید گنج کے انہدام کے بعد ایک ڈیپوٹیشن ، جس میں بعض ایسے مسلمان زعماء بھی شامل تھے جو در پردہ انگریز گورنر کو مسلمان کی رائے عامہ کی پروا نہ کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے ، ان سے مشورہ کی غرض سے ان سے ملنے کے لیے آیا، تو انھوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا ''بھئی یہ کیا غضب ہے کہ ایک طرف تو گرانے والوں کی پشت پناہی کرتے ہو اور دوسری طرف مجھ سے مسجد کی واگذاری کے لیے مشورہ طلب کرنے بھی آئے ہو پھر قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی : واذا لقوالذین امنوا (بقرہ ۱۴) حضرت علامہ کے اس ارشاد کو سن کر بعض بڑے بڑے طرۃ بردار ماتھوں پر پسینہ آ گیا ۔ جب ایک دفعہ حضرت علامہ نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر دیا تو وہ تمام لوگ جن کا تعلق مسلم لیگ کی مخالف جماعتوں سے تھا ، ان سے ایک ایک کر کے کٹ گئے ۔ ان میں کرسی نشین مدعیان قیادت کے علاوہ بڑائی کے دعوے دار بڑے بڑے اخبار نویس بھی شامل تھے ۔ حضرت علامہ کا تعلق صرف ان لوگوں سے رہ گیا جو مسلم لیگ کے ہم نوا تھے ۔ ان میں چند وکلا ایک دو سرکاری ملازم چند اخبار نویس ، چند اطبا اور چند علما تھے ، لیکن حضرت علامہ کو اس کا قطعاً ملال بلکہ خیال تک نہ تھا ۔

اخباروں میں روز نامہ ''احسان'' اور اخبار نویسوں میں مولٰنا مرتضٰی احمد خاں مکیش کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس دور میں موخرالذکر کی وساطت سے مقدم الذکر میں حضرت علامہ کا سیاسی کلام ''ایکس شاعر'' کے قلمی نام سے شائع ہوا کرتا تھا ۔

ایک مرتبہ جناح سکندر پیکٹ کے بعد صوبہ کے چیف منسٹر سر سکندر حیات خان مرحوم علامہ کی عیادت کے لیے ''جاوید منزل'' آئے ۔ اس مختصر سی رسمی ملاقات میں علامہ تنبیہ سے باز نہ رہے ۔ سر سکندر حیات خاں کو مخاطب کرکے فرمایا'' سردار صاحب ! ہندوؤں اور سکھوں کو راضی کرنے کے لیے آپ جو چاہیں کریں ، لیکن ملت اسلامیہ کی سبکی مول نہ لیں'' ۔

مارچ ۱۹۳۶ع سے اوائل ۱۹۳۸ع تک دو سال کی مدت میں حضرت علامہ نے تین ہنگامہ خیز مباحث میں ایک فریق کی حیثیت میں حصہ لیا ۔ پہلے مباحثہ میں انھوں نے پنجاب کے گورنر سر ہربرٹ ایمرسن کو جنھوں نے ''انجمن حمایت اسلام''

لاہور کے پلیٹ فارم سے صوبائی خود مختاری سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کے لیے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم کرنے کی تلقین کی تھی ، ایک جوابی بیان کے ذریعے یہ کہہ کر بے نقاب کیا کہ مسلمانوں کے داخلی انتشار کا باعث تو خود گورنمنٹ ہے ، جس نے انھیں شہری اور دیہاتی کی مصنوعی تقسیم میں بانٹ رکھا ہے اسی بنا پر دیہاتی مسلمان نوکر شاہی کے مرغ دست آموز بن کر رہ گئے ہیں ۔

دوسرے تاریخی مباحثہ میں مولانا حسین احمد مدنی کے اس کلیہ کا ، کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں ، تار و پود اس مشہور قطعہ سے بکھیر دیا :

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ
ز دیو بند حسین احمد این چہ بوالعجبیست
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی ، تمام بولہبی است

تیسرا مباحثہ پنڈت جواہر لال نہرو کی جانب سے قادیانی فرقہ کو اسلام کا صحیح ترجمان قرار دینے کی تردید سے شروع ہوا حضرت علامہ نے اپنے مفصل بیانوں میں شرک فی النبوۃ کے عمرانی مقتضیات کی عصری اصطلاحات میں کھول کر وضاحت کی ۔ ایمان عقیدہ ختم نبوت کی عقلی توجیہہ تحریک پاکستان کے ارتقاء میں ایک بڑا سنگ میل ثابت ہوئی ۔ عام مسلمانوں کے دینی عقائد اور جدید سیاسی قومیت ، مملکت اور ہوم لینڈ کا باہمی ربط اس طرح واضح ہو گیا کہ مسلم عوام اور خواص دونوں پہلی مرتبہ مطالبہ پاکستان پر ہم نوا ہی نہیں یک دل بھی ہو گئے ۔

ان ہنگامہ خیز بحثوں کے ساتھ انھی دو سالوں میں ارمغان حجاز کی بیشتر نظمیں بھی زیور تخلیق سے آراستہ ہوئیں ۔ دراصل جیسا کہ علامہ نے خود فرمایا ہے ''ان کا پیکر خاکی دو روحوں کا نشیمن تھا ، ایک سراپا سوز و مستی اور دوسری سراپا تاب و تب تھی'' ۔ سوز و مستی والی روح جھکڑ چلے یا آندھی آئے ، اولے برسیں یا طوفان اٹھیں ، اپنے کام میں مصروف رہتی تھی ۔ ایک دن ان کے ایک بے تکلف دوست سردار امراؤ سنگھ مجیٹھیہ ملنے آئے ، تو شروع گفتگو میں سردار صاحب انگریزی میں پوچھنے لگے ۔

How is the Muse ?

اس پر حضرت علامہ نے حقہ کا کش بھرتے ہوئے فرمایا ''ایہہ شاعری پری نہیں ، اک ڈاہڈا جنّ اے ، جھدی اک فرمائش پوری کرو ، تاں دوسری

فرمائش لے کے چمڑ جاندا اے ، مینوں تے ایہدے کولوں بچھا چھڈاناں محال ہو گیا اے ۔''

والدہ جاوید کے انتقال کے بعد گھر کی نگہبانی اور کم‌سن جاوید اور منیرہ کی بہ نفس نفیس خبرگیری کے مسائل حضرت علامہ کے لیے خاصہ پریشان کن تھے ۔ علی بخش کے علاوہ رحمان اور مسیتا دو اور ملازم تھے ، مسیتا باورچی تھا ۔ حضرت علامہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مسیتا مجھ سے صبح آ کر یہ پوچھتا ہے کہ آج کیا پکے گا ؟ تو مجھے سخت ذہنی آلجن کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ آج مجھے کیا کھانا چاہیے ؟ کچھ عرصہ تک گھر کا انتظام حضرت علامہ کے ایک بھتیجے اور ان کی بیوی کے زیر اہتمام لشتم پشتم چلتا رہا ، لیکن جب گھر کا بوجھ بڑھنے لگا تو حضرت علامہ نے علی گڑھ میں اپنے ایک دوست رشید احمد صدیقی کو خط لکھ کر تاکید کی کہ وہ اس جرمن خاتون کو جو کہ وہاں اپنی شادی شدہ بہن کے ہاں مقیم تھیں ، لاہور آنے کے لیے آمادہ کریں تا کہ وہ گھر کی خبرگیری کے علاوہ جاوید اور منیرہ کی دیکھ بھال بھی کر سکیں ۔ حضرت علامہ جرمن قوم کے بڑے مداح تھے ۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کھری ہڈی کے لوگ ہیں ۔ چنانچہ جب ۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں مس ڈورالنٹ ویٹر نے ''جاوید منزل'' کا چارج لیا تو حضرت علامہ گھر کے روزانہ کے انتظامات سے بڑی حد تک بے فکر ہو گئے ۔ اس جرمن خاتون نے نہ صرف حضرت علامہ کی توقعات کے مطابق جاوید خصوصاً منیرہ کے دلوں میں امی کے مقام کی خلا پُر کر لی بلکہ اپنے حسن انتظام اور سلیقہ شعاری سے گھر کے اخراجات میں معتدبہ کفایت کے ساتھ بہتر خانہ داری کا نمونہ بھی پیش کیا ۔ یہ خاتون جو ان دنوں مغربی جرمنی میں مقیم ہیں ، جاوید منزل میں قیام کے دوران حضرت علامہ کے حسن سلوک سے اس حد تک متاثر ہیں کہ جاوید اور منیرہ کو دیکھنے کے لیے ہر سال پاکستان آتی ہیں ۔ اس معمول کے مطابق گذشتہ سال جب وہ ''جاوید منزل'' میں فروکش تھیں اور انھوں نے علامہ اقبال کے پوتے ''منیب اقبال'' کو اپنی گود میں لے رکھا تھا تو ان کے چہرے کی کیفیت دیدنی تھی ۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی تمام شب میں حضرت علامہ کے بستر مرگ کے نزدیک حاضر رہا ، میں نے پانچ بجے صبح حالت نزع کا بھی مشاہدہ کیا ۔ دم مرگ وہ خود اپنے اس شعر کا مجسم مرقع تھے کہ :

نشان مرد مومن با تو گویم
چون مرگ آید تبسم بر لب اوست

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc No. 17.016
LAHORE.

98B

IQBAL REVIEW

Journal of the Iqbal Academy, Pakistan

This Journal is devoted to research studies on the life, poetry and thought of Iqbal and on those branches of learning in which he was interested: Islamics, Philosophy, History, Sociology, Comparative Religion, Literature, Art, Archaeology, etc., etc.

Published alternately
in
English and Urdu

★

Subscription

(for four issues)

Pakistan		Foreign countries
Rs. 12.00		30s or $4.00
	Price per copy	
Rs. 3.00		8s or $1.00

All contributions should be addressed to the Editor, Iqbal Review, 43-6/D, Block No. 6, P.E.C.H. Society, Karachi—29. The Academy is not responsible for loss of any article in any manner whatsoever. No articles are returned unless accompanied with a stamped envelope.

Publishd by Mr. B.A. Dar, Director, Iqbal Academy, Pakistan, Karachi
Printed at Technical Printers, Karachi.